بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

خلافت و مجدّدیت

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (النور)

حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفصیل میں فرماتے ہیں۔

"---تفصیل اِس آیت کی یُوں ہے کہ خدا تعالیٰ نے تم سے پہلے ان لوگوں کو رُوئے زمین پر خلیفے مقرر کیا تھا جو ایماندار اور صالح تھے اور اپنے ایمان کے ساتھ اعمال صالح جمع رکھتے تھے اور خدا تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ تم میں سے بھی اے مسلمانو ایسے لوگوں کو جو انھیں صفات حسنہ سے موصوف ہوں اور ایمان کے ساتھ اعمال صالح جمع رکھتے ہوں خلیفے کریگا۔

--

---آیت کے صاف اور سیدھے یہ معنی ہیں کہ اللہ جلّشانہٗ خلیفوں کے پَیدا ہونے کی خوشخبری دیکر پھر باغیوں اور نافرمانوں کو دھمکی دیتا ہے کہ بعد خلیفوں کے پَیدا ہونے کے جب وہ **وقتاً فوقتاً** پَیدا ہوں اگر کوئی بغاوت اختیار کرے اور انکی اطاعت اور بیعت سے مُنہ پھیرے تو وُہ فاسق ہے۔ اب نادرستی معنوں کی کہاں ہے اور واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے وہ حدیث مطابق ہے جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ لَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةَ الْجَاهِلِيَّةِ۔ جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ جاہلیت کی موت مر گیا یعنے جیسے **ہر یک زمانہ میں امام پَیدا ہونگے** اور جو لوگ اُن کو شناخت نہیں کرینگے تو اُن کی موت کفار کی موت کے مشابہ ہو گی---(روحانی خزائن، جلد ۶، صفحہ ۳۳۳۔۳۳۴)

اِس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ اللہ جلّشانہٗ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ**۔ یعنی ہم نے ہی اس کتاب کو اُتارا ہے اور ہم ہی اِس تنزیل کی محافظت کرینگے۔ اِس میں اِس بات کی تصریح ہے کہ یہ کلام ہمیشہ زندہ رہیگا اور اسکی تعلیم کو تازہ رکھنے والے اور اُسکا نفع لوگوں کو پہنچانے والے ہمیشہ پَیدا ہوتے رہیں گے---اس جگہ مع حفاظت ظاہری حفاظت فوائد و تاثیرات قرآنی مراد ہے اور وہ موافق سنت اللہ کے تبھی ہو سکتی ہے کہ **وقتاً فوقتاً** نائب رسول آویں جن میں **ظلّی طور پر رسالت کی تمام نعمتیں موجود ہوں اور جنکو وہ تمام برکات دیگئی ہوں جو نبیوں کو دیجاتی ہوں**---

پس یہ آیات در حقیقت اِس دوسری آیت **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ** کے لئے بطور تفسیر کے واقعہ ہے اور اس سوال کا جواب دے رہی ہے کہ حفاظتِ قرآن کیونکر اور کس طور سے ہو گی۔ سو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں اِس نبی کریم کے خلیفے **وقتاً فوقتاً بھیجتا رہونگا** اور خلیفہ کے لفظ کو اشارہ کیلئے اختیار کیا گیا کہ وُہ نبی کے جانشین ہونگے اور اسکی برکتوں میں سے حصہ پائینگے جیسا کہ پہلے زمانوں میں ہوتا رہا۔ اور اُن کے ہاتھ سے برجائی دین کی ہو گی اور خوف کے بعد امن پَیدا ہو گا یعنی **ایسے وقتوں میں آئینگے کہ جب اسلام تفرقہ میں پڑا ہو گا**۔ پھر انکے آنیکے بعد جو اُن سے سرکش رہیگا وہی لوگ بدکار اور فاسق ہیں۔ یہ اس بات کا جواب ہے کہ بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ کیا ہم پر اولیاء کا ماننا فرض ہے۔ سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک فرض ہے اور اُن سے مخالفت کرنے والے فاسق ہیں اگر مخالفت پر ہی مریں۔ (روحانی خزائن، جلد ۶، صفحہ ۳۳۸۔۳۳۹)

عادت اللہ یہی ہے کہ وہ اپنی کتاب بھیجکر پھر اُسکی تائید اور تصدیق کیلئے ضرور انبیاء کو بھیجا کرتا ہے چنانچہ توریت کی تائید کیلئے ایک ایک وقت میں چار چار سو نبی آیا۔ جن کے آنے پر اب تک بائیبل شہادت دے رہی ہے۔

اس کثرت ارسال رسل میں اصل بھید یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ عہد مؤکد ہو چکا ہے کہ جو اُسکی سچی کتاب کا انکار کرے تو اُسکی سزا دائمی جہنم ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یعنی جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی وُہ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

---در حقیقت سوچنے والے کے لئے یہ بات نہایت صاف اور روشن ہے کہ وہ خدا جس کا نام رحمٰن اور رحیم ہے اتنی بڑی سزا دینے کے لئے کیونکر یہ قانون اختیار کر سکتا ہے کہ بغیر پُورے طور پر اتمام حجت کے مختلف بلاد کے ایسے لوگوں کو جنھوں نے صدہا برسوں کے بعد قران اور رسول کا نام سُنا اور پھر وہ عربی سمجھ نہیں سکتے۔ قرآن کی خوبیاں کو دیکھ نہیں

سکتے دائمی جہنم میں ڈال دے۔اور کس انسان کی کانشنس اِس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ بغیر اسکے کہ قرآن کریم کا منجانب اللہ ہونا اسپر ثابت کیا جائے یُونہی اُسپر چُھری پھیر دی جائے پس یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے دائمی خلیفوں کا وعدہ دیا تا وہ ظلّی طور پر انوار نبوت پا کر دُنیا کو ملزم کریں۔اور قرآن کریم کی خوبیاں اور اُسکی پاک برکات لوگوں کو دکھلاویں۔**یہ بھی یاد رہے کہ ہر ایک زمانہ کے لئے اتمام حجت بھی مختلف رنگوں سے ہوا کرتا ہے اور مجدّد وقت اُن قوتوں اور ملکوں اور کمالات کے ساتھ آتا ہے جو موجودہ مفاسد کا اصلاح پانا ان کمالات پر موقوف ہوتا ہے سو ہمیشہ خدا تعالیٰ اسی طرح کرتا رہیگا جب تک اسکو منظور ہے کہ آثار رشد اور اصلاح کے دُنیا میں باقی رہیں اور یہ باتیں بے ثبوت نہیں بلکہ نظائر متواترہ اسکے شاہد ہیں** ۔۔۔(روحانی خزائن، جلد ۶، صفحہ ۳۴۱-۳۴۲)

۔۔۔جس طرح پر عقل اس بات کو واجب اور متحتم ٹھہراتی ہے کہ کتب الٰہی کی دائمی تعلیم اور تفہیم کیلئے ضروری ہے کہ ہمیشہ انبیاء کی طرح وقتاً فوقتاً ملہم اور مکلّم اور صاحب علم لدنی پَیدا ہوتے رہیں۔اِسی طرح جب ہم قرآن پر نظر ڈالتے ہیں اور غور کی نگہ سے اسکو دیکھتے ہیں تو وہ بھی بآواز بلند یہی فرمارہا ہے کہ روحانی معلّموں کا ہمیشہ کیلئے ہونا اسکے ارادہ قدیم میں مقرر ہو چکا ہے۔۔۔(روحانی خزائن، جلد ۶، صفحہ ۳۵۱)

خلیفہ رابع صاحب ایک مجلس عرفان میں فرماتے ہیں؛

"کہ اسلام کی پہلی صدی کے ختم ہونے سے بہت پہلے خلافت کا نظام ٹوٹ گیا اور خلافت کا نظام ٹوٹنے کے نتیجہ میں روحانی نظام حکومت سے الگ ہو گیا۔اور مرکزی نظام دو حصّوں میں بٹ گیا،ایک صلحاء اور اولیاء پیدا ہونے شروع ہوئے جنہوں نے اپنے طور پر اسلام کو زندہ رکھنے کی کوشش کی اور اس دوران میں جب بگاڑ پیدا ہوا،ایک سو سال کے بعد،اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو مجدد بنایا جو بظاہر خلیفہ بھی تھے لیکن ان کا اصل مقام مجددیت کا تھا کیونکہ خلافت راشدہ تو ختم ہو چکی تھی۔" (مجلس عرفان صفحہ ۱۲۳)

حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں ؛

"**خلیفہ کے معنے جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو ان کی جگہ آتے ہیں۔انہیں خلیفہ کہتے ہیں**۔"

﴿ملفوظات جلد دوم، صفحہ ۶۶۲﴾ -لہذا خلیفہ صاحب! حضرت عمر بن عبد العزیز بظاہر خلیفہ نہیں بلکہ خلیفۃ اللہ تھے۔اور ان کا مقام بلاشبہ خلیفۃ اللہ کا تھا۔

جہاں تک اسلامی خلافت کے نظام کے ٹوٹنے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں۔

خدا تعالیٰ اِس اُمّت کے لئے **خلافت دائمی** کا صاف وعدہ فرماتا ہے۔اگر خلافت دائمی نہیں تھی تو شریعت موسوی کے خلیفوں سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا تھا اور اگر خلافتِ راشدہ صرف تیس برس تک رہ کر پھر ہمیشہ کیلئے اُس کا دور ختم ہو گیا تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہر گز یہ ارادہ نہ تھا کہ اِس اُمت پر ہمیشہ کیلئے ابواب سعادت مفتوح رکھے کیونکہ رُوحانی سلسلہ کی موت سے دین کی موت لازم آتی ہے اور ایسا مذہب ہر گز زندہ نہیں کہلا سکتا جس کے قبول کرنیوالے خود اپنی زبان سے یہ اقرار کریں کہ تیرہ سو برس سے مذہب مرا ہوا ہے

۔۔۔**پس جو شخص خلافت کو صرف تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علّت غائی کو نظر انداز کرتا ہے** اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہر گز نہیں تھا کہ رسول کریم کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں قائم رکھنا ضروری ہے۔پھر بعد اسکے دُنیا تباہ ہو جائے تو ہو جائے کچھ پروا نہیں **بلکہ پہلے دنوں میں تو خلیفوں کا ہونا بجُز شوکت اسلام پھیلانے کے کچھ اور زیادہ ضرورت نہیں رکھتا تھا کیونکہ انوار رسالت اور کمالاتِ نبوت تازہ بتازہ پھیل رہے تھے اور ہزار ہا معجزات بارش کی طرح ابھی نازل ہو چکے تھے**۔۔۔

پس یہ حقیر خیال خدا تعالیٰ کی نسبت تجویز کرنا کہ اُسکو صرف اِس اُمّت کے تیس برس کا ہی فکر تھا اور پھر اُسکو ہمیشہ کے لئے ضلالت میں چھوڑ دیا اور وہ نور جو قدیم سے انبیاء سابقین کی اُمّت میں خلافت کے آئینہ میں وُہ دکھلاتا رہا اِس امت کے لئے دِکھلانا اسکو منظور نہ ہوا۔کیا عقل سلیم خدائے رحیم و کریم کی نسبت ان باتوں کو تجویز کریگی ہر گز نہیں۔

(روحانی خزائن، جلد ۶، صفحہ ۳۵۳-۳۵۴)

حضرت مہدی و مسیح علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ تعالیٰ اپنی کتاب " اِسلامی خلافت کا صحیح نظریّہ" میں فرماتے ہیں۔

"یادرکھنا چاہیے کہ گو خلافت کا حکم دائمی ہے۔یعنی جب بھی کوئی نبی مبعوث ہوگا تو اسکے بعد لازماً خلافت آئیگی۔ مگر خلافت کا سلسِلہ دائمی نہیں ہے۔یعنی **یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک نبی کے بعد اس کے خلفاء کا سلسِلہ ہمیشہ متصل صورت میں قائم رہے**۔بلکہ خلافت کا زمانہ حالات اور ضرورت پر موقوف ہے۔یعنی چونکہ خلافت نبوت کا تتمّہ ہے اسلئے جبتک خدا تعالیٰ کسی نبی کے کام کی تکمیل اور اسکے بوئے ہوئے بیج کی حفاظت کیلئے خلافت کے سلسِلہ کو ضروری خیال فرماتا ہے یہ سلسِلہ قائم رہتا ہے۔اور اس کے بعد یہ سلسِلہ ختم ہو جاتا ہے۔**اور پھر خلافت کی جگہ ملوکیت یا باالفاظِ دیگر جماعت اور قوم کا دَور دَورہ شروع ہو جاتا ہے**۔چنانچہ ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خلفاء کے متعلق فرماتے ہیں:۔ الخلافة ثلاثون عاماً ثم یکون بعد ذلك املك۔(مسند احمد) یعنی" میرے بعد خلفاء کا سلسلہ تیس سال رہے گا۔اور اسکے بعد ملوکیت کا رنگ قائم ہو جائے گا۔"

اور **اصولی** رنگ میں فرماتے ہیں:۔ ما کانت نبوّۃ قطّ الاّتابعتھا خلافة وما من خلافة الاّ تبعھا مُلك۔(ابن عساکر) یعنی" **کوئی نبوّت ایسی نہیں گزری جسکے بعد خلافت نہ آئی ہو۔ اور کوئی خلافت ایسی نہیں ہوئی جس کے بعد ملوکیت کا رنگ نہ قائم ہُوا ہو۔**"

ان دونوں حدیثوں میں سے پہلی حدیث بتارہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد متصل خلافت کا زمانہ تیس سال قرار دیا اور تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ زمانہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک پُورا ہو جاتا ہے۔ جسکے بعد ملوکیت کا دَور دَورہ شروع ہو گیا۔اور دوسری حدیث سے یہ ثابت ہے کہ یہی صورت ہر زمانہ میں ہوتی ہے۔کہ (۱) پہلے نبوّت قائم ہوتی ہے۔اور (۲) اسکے بعد خلافت آتی ہے اور (۳) اسکے بعد ملوکیت یعنی بادشاہت کا رنگ شروع ہو جاتا ہے۔**پس حقیقت یہی ہے اور یہ ایک لطیف نقطہ ہے جو یاد رکھنا چاہے کہ کسی نبی کے بعد خلافتِ متّصلہ کا سِلسلہ دائمی طور پر نہیں چلتا** بلکہ صرف اس وقت تک چلتا ہے کہ جبتک خدا تعالیٰ نبوّت کے کام کی تکمیل کیلئے ضروری خیال فرمائے۔اور اسکے بعد ملوکیت کا دَور آجاتا ہے۔۔۔ " (اِسلامی خلافت کا صحیح نظرِیّہ، مؤلف مرزا بشیر احمد ابنِ مرزا غلام احمد علیہ السلام، صفحہ ۳۳-۳۰)

پھر" رُوحانی خلافت کا دائمی دَور" کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"**ملوکیت کے دور سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ اس دَور میں رُوحانی یعنی تجدیدی خلافت کا سِلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے** بلکہ مراد یہ ہے کہ جہاں نبوّت اور اسکے ساتھ آنے والی متصّل خلافت کے دَوروں میں رُوحانیت اور دینی سیاست و تنظیم کی نہریں گویا ایک ہی وسیع دریا کی صورت میں مخلوط طور پر چلتی ہیں وہاں نبوّت سے متصل آنیوالی خلافت کے بعد یہ مخلوط دریا دو جدا گانہ نہروں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ایک نہر ملوکیت یعنی دنیوی سیاست کی بن جاتی ہے جسکی باگ ڈور بادشاہوں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے اور دوسری نہر خالص رُوحانی خلافت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے جو حسبِ ضرورت نبوّت کی خدمت کیلئے ہمیشہ جاری رہتی ہے **جیسا کہ ابتدائی چار خلفاء کے بعد اولیاءِ اُمّت اور مجدّین** کے سلسِلہ میں وقوع پزیر ہُوا۔اور ظاہر ہے کہ خلافت متّصلہ کے مقابل پر جو تیس سال کے عرصہ میں ختم ہو گئ **اِس قسم کی رُوحانی اور تجدیدی خلافت کا سِلسلہ دائمی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتا**۔" (اِسلامی خلافت کا صحیح نظرِیّہ، مؤلف مرزا بشیر احمد ابنِ مرزا غلام احمد علیہ السلام صفحہ ۳۴)

اور پھر "**احمدیت میں خلافت کا زمانہ**" کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"**اِس جگہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا احمدیت میں بھی یہی صورت رونما ہو گی؟** سو جب احمدؐیت کا نظام اسلام کے نظام کی فرع اور اسی کا حصہ ہے تو اس میں کیا شبہ ہے کہ وہ بھی اسی الٰہی تقدیر کے تابع ہے جو اسلام کے متعلق عرشِ الوہیت سے جاری ہو چکی ہے۔لیکن چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت جمالی ہے اور جمال جلال کے مقابلہ پر زیادہ وقت لیکر اپنے کمال کو پہنچتا ہے اسلئے یہ اُمید کی جاتی ہے کہ احمدیّت میں خلافتِ متّصلہ کا زمانہ نسبتاً زیادہ دیر تک چلیگا۔لیکن **بہر حال یہ اٹل تقدیر ظاہر ہو کر رہیگی کہ کسی وقت احمدیت کی خلافتِ متّصلہ بھی ملوکیت کو جگہ دیکر پیچھے ہٹ جائیگی**۔" (اِسلامی خلافت کا صحیح نظرِیّہ، صفحہ ۳۵-۳۴)۔

جماعت احمدیہ کے ایک عالم ہادی علی چودھری اپنی کتاب "خلافت روشنی ازل کی" میں "خلافت مجدّدیت، محدّثیت وولایت وغیرہ" کے متعلق لکھتے ہیں کہ "**یہ خلافت کی وہ اقسام ہیں جو خلافتِ راشدہ اٹھ جانے کے بعد روحانی فیض رسانی کے لئے عام فیض کے رنگ میں جاری ہوتی ہیں۔ یہ آیتِ استخلاف کے وعدۂ الٰہیہ کے تحت قائم نہیں ہوتیں۔** ۔۔۔"

(خلافت روشنی ازل کی، صفحہ ۳۱)

اب جو تشریح آیت استخلاف کی حضرت مہدی موعودؑ نے کی ہے وہ میں نے مضمون کے شروع میں بیان کی ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آیت استخلاف کے اوّل مصداق خلیفۃ اللہ یعنی انبیاء، مجدّدین، محدّثین اور اولیاہ اللہ ہی ہیں۔ آپؑ نے تقریباً تمام تشریح میں اِن مقدّس ہستیوں ہی کا ذکر فرمایا ہے۔اور اس آیت کی تشریح میں بڑے واضع الفاظ

میں یہاں تک فرمادیا کہ "پس یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے دائمی خلیفوں کا وعدہ دیا تا وہ ظلّی طور پر انوار نبوت پا کر دُنیا کو ملزم کریں۔ اور قرآن کریم کی خوبیاں اور اس کی پاک برکات لوگوں کو دکھلاویں۔ **یہ بھی یاد رہے کہ ہر ایک زمانہ کے لئے اتمام حجت بھی مختلف رنگوں سے ہُوا کرتا ہے اور مجدّ**د **وقت** **اُن قوتوں اور ملکوں اور کمالات کے ساتھ آتا ہے جو موجودہ مفاسد کا اصلاح پانا ان کمالات پر موقوف ہوتا ہے سو ہمیشہ خدا تعالیٰ اسی طرح کرتا رہیگا جب تک اسکو منظور ہے کہ آثار رشد اور اصلاح کے دُنیا میں باقی رہیں اور یہ باتیں بے ثبوت نہیں بلکہ نظائر متواترہ اسکے شاہد ہیں۔۔۔**" (روحانی خزائن، جلد ٦، صفحہ ٣٤٢)

اب اس کے بعد کیا غلطی کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے؟ یہ نہیں فرمایا کہ میری وفات کے بعد آئیں گے اور قیامت تک جائیں گے۔ بلکہ بار بار فرمایا "**وقتاً فوقتاً**" آئیں گے۔" **ہر زمانہ میں امام پَیدا ہونگے جو لوگ اُن کو شناخت نہیں کرینگے تو اُن کی موت کفار کی موت کے مشابہ ہوگی۔**" "**ایسے وقتوں میں آئینگے جب اسلام تفرقہ میں پڑا ہوگا**" نیز فرمایا کہ "**اُن کے وقتوں میں دین استحکام پکڑیگا اور تزلزل اور تذبذب دُور ہوگا۔ اور خوف کے بعد امن پَیدا ہوگا**"۔" اور انتخابی خلیفوں کے متعلق فرمایا" بلکہ پہلے دنوں میں تو خلیفوں کا ہونا بجُز شوکت اسلام پھیلانے کے اور زیادہ ضرورت نہیں رکھتا تھا کیونکہ انوار رسالت اور کمالاتِ نبوت تازہ بتازہ پھیل رہے تھے اور ہزار ہا معجزات بارش کی طرح ابھی نازل ہو چکے تھے۔"

خلیفہ رابع صاحب فرماتے ہیں۔

"۔۔۔ مجدد کے پیغام میں نہ تو کوئی دعویٰ شرط تھا نہ اس مجدد کو ماننا ضروری قرار دیا گیا۔ کہیں بھی تمام احادیث میں جن کی تشریح عالم اسلام کی تاریخ نے کی ہے یہ بات کہیں نہیں آتی کہ مجدّد مامور ہو اور اس کی بات مانی جائے۔ ایک بزرگ ہے جس نے خدمت کی ہے اور خدا نے اس کو عظیم خدمت کی توفیق عطا فرمائی ہے اور گرتے ہوئے حالات کو سنبھالنے کی توفیق بخشی ہے۔ یہ ہے مجددیت کا تصور لیکن خلافت کے مقابل جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے کسی مجددیت کا کوئی ذکر نہیں ملتا اگر خلافت راشدہ جاری رہتی اور مجدد پھر الگ الگ کھڑے ہوتے اور دعوے بھی کرتے، اپنی طرف بھی بلاتے تو حدت کو پارہ پارہ کر دیتے بجائے فائدہ پہنچانے کے۔" (مجلس عرفان صفحہ ١٢٣۔١٢٤)

اب اس کے مقابل حضرت مسیح موعودؑ کا فتویٰ بھی سماعت فرمائیں، آپؑ فرماتے ہیں۔

"یہ کہنا کہ **مجدّدوں** پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا تعالیٰ کے حکم سے انحراف ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ یعنے بعد اس کے جو خلیفے بھیجے جائیں پھر جو شخص ان کا منکر رہے وہ فاسقوں میں سے ہے۔"

خلیفہ رابع صاحب فرماتے ہیں" خلافت کے مقابل جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے کسی مجدّدیت کا کوئی ذکر نہیں ملتا"

اس سلسلے میں حضرت مہدیؑ کا فتویٰ بھی سماعت فرمائیں۔ آپؑ آیت استخلاف کی تفسیر میں فرماتے ہیں "پس یہ آیات در حقیقت اِس دوسری آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے لئے بطور تفسیر کے واقعہ ہے" اور پھر فرماتے ہیں۔

" یہ بات مسلمانوں میں ہر شخص جانتا ہے اور غالباً کسی کو بھی اس سے بے خبری نہ ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر **ایک مجدّد** کو بھیجتا ہے جو دین کے اس حصہ کو تازہ کرتا ہے جس پر کوئی آفت آئی ہوئی ہوتی ہے۔ **یہ سلسلہ مجدّدین کے بھیجنے کا اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق ہے جو اُس نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ میں فرمایا ہے۔**"(ملفوظات جلد ٤، صفحہ ٢)

"**آدم سے لے کر آنحضرت ﷺ تک سلسلہ وحی جاری رہا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ تجدید دین کے واسطے مجدّد پیدا کرے گا۔** تجدید کہتے ہیں ایک کپڑا جو میل کچیل سے آلودہ ہو گیا ہو اس کو دھو کر صاف کر لیا جاوے اور میل اس سے قطعاً الگ کر دی جاوے اور بالکل نئے کی طرح کر دیا جاوے۔ اس طرح جب دین میں ایک زمانہ گزرنے کے بعد عقائد اور اعمال میں طرح طرح کے گند داخل ہو جاتے ہیں اور ایمان کی بناء صرف پرانے قصہ کہانیوں پر ہی رہ جاتی ہے اور قصّوں کے سوائے کچھ ہاتھ نہیں رہتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایسی حالت میں **اسلام کو آنحضرت ﷺ کی زبانی یہ وعدہ دیا کہ ہر صدی کے سر پر ایسے شخص کو بھیجتا رہے گا جو تجدید دین کیا کریں گے۔**" (ملفوظات جلد ١٠ صفحہ ٤١٨)

اب ان نام نہاد خدائی خلیفوں کے کام دیکھئے کہ کس طرح اپنی نام نہاد خلافت کو قیامت تک قائم کرنے کی کوشش میں اسلامی تعلیم کے پرخچے اُڑاتے ہیں۔ خلیفہ ثالث فرماتے ہیں
۔

" اب جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت پر ۸۷/۸۶ سال گزر گئے ہیں تو پہلے قائدہ کے مطابق آنیوالے مجدّد کی تلاش کرنی چاہیے تھی۔ اس لیے کہ پہلوں کو جو علم دیا گیا تھا وہ گویا نئے مسائل کو حل نہیں کرتا تھا۔ لیکن میرا عینی مشاہدہ اور ذاتی تجربہ ہے کہ ہر وہ نیا مسئلہ جو آج دنیا میں پیدا ہوتا ہے یا آج کی سائنس انسان کے سامنے پیش کرتی ہے اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب میں سے مل سکتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آخری ہزار سال کیلئے آپ آخری خلیفہ اور مجدّد الف آخر ہیں تو اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو علوم انسان کے ہاتھ میں دیئے ہیں اور قرآن کی تفسیر بیان کی ہے وہ قیامت تک کافی ہے۔ آپکی کتابوں میں سے لوگ ایسے مضامین اخذ کریں گے جو انسان کے مسائل کو حل کرنے میں مدد دیں گے۔ اس لیے **اب اس سلسلہ میں کسی نئے آنے والے کی ہمیں ضرورت نہیں**۔ باقی رہا تجدید کا کام تو وہ ہم میں سے ہر آدمی کر رہا ہے کوئی تھوڑے پیمانے پر اور کوئی بڑے پیمانے پر۔ پس جماعت کا ہر فرد جو نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے دین اسلام کی خدمت میں وقف ہے پورے طور پر یا جزوی طور پر اور آپکی سچی پیروی میں جان اور مال کی قربانی سے دریغ نہیں کرتا وہ درحقیقت تجدید دین ہی کا کام کر رہا ہے۔ میں اپنے دوستوں کو یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ امیر تیمور نے ایک بادشاہ کے متعلق لکھا ہے جو ان سے معاً پہلے گزرا ہے کہ اس نے صرف ایک بات میں تجدید دین کی اس لیے امیر تیمور کے نزدیک ان کو بھی مجدد کہہ سکتے ہیں۔ **لیکن وہ خاص سلسلہ جو تیر اپر ختم ہو گیا اس سلسلہ میں کسی نے نہیں آنا ہاں** مگر وہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیلئے بطور ظل کے ہو۔ چنانچہ ایک اور جگہ آپ نے فرمایا ہے خلافت کا سلسلہ آپ کیلئے بطور ظل کے ہے۔ خلافت کا سلسلہ بطور ظل کے اسلئے ہے کہ **خلیفہ وقت قرآن کریم کی تفسیر کرے گا اور اس طرح اپنے زمانہ کے مسائل کو حل کرتا چلا جائے گا اور اس سلسلہ کے کسی نئے مجدد کی ضرورت اس معنی میں نہیں پڑے گی** ورنہ تو یہ ظلم ہو جاتا کہ انسانی مسائل پیدا ہو جاتے اور حل کرنے والا نہ ہوتا اور کوئی ایسا طریق نہ بتایا جاتا کہ قرآن کریم سے کیسے حل نکلتا ہے۔ پھر اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں کوئی نہ کوئی اصل بیج مل جاتا ہے جس سے مسائل حل کرنے میں مدد مل جاتی ہے۔" (تین اہم خطبات صفحہ ۴۱ تا ۴۳ فرمودہ خلیفہ المسیح الثالث فرینکفرٹ)

ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "معترض صاحب اِس بات کو کافی سمجھتے ہیں کہ قرآن موجود ہے اور علماء موجود ہیں اور خود بخود اکثر لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف حرکت ہے، پھر کسی مجدّد کی کیا ضرورت ہے، لیکن افسوس کہ معترض کو یہ سمجھ نہیں کہ مجدّدوں اور رُوحانی خلیفوں کی اس اُمّت میں ایسے ہی طور پر ضرورت ہے جیسا کہ قدیم سے انبیاء کی ضرورت پیش آتی رہی ہے۔۔۔" (روحانی خزائن، جلد ۶ صفحہ ۳۴۰)

"**ہر صدی کے سر پر اس قسم کی غلطیوں کو مٹانے اور توجہ الیٰ اللہ دلانے کیلئے مجدّد کا وعدہ دیا گیا ہے**۔ اگر ہر صدی پر مجدّد کی ضرورت نہ تھی بلکہ بقول آپکے قرآن کریم اور علماء کافی تھے تو پھر نبی ﷺ پر اعتراض آتا ہے۔ حج کرنیوالے حج کو جاتے ہیں۔ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں۔ پھر بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ **سو برس کے بعد مجدّد آئے گا**۔ مخالفین بھی اس بات کے قائل ہیں۔" (ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۲)۔ گویا آج حضرت مہدی موعودؑ کے جانشین کہلانے والوں کا رویہ آپؑ کے ساتھ اس معاملہ میں آپؑ کے مخالفین سے بھی بدتر ہے کہ وہ آپؑ کی پوری جماعت کو کھلی کھلی گمراہی میں ڈالے ہوئے ہیں۔

خلیفہ صاحب لکھتے ہیں کہ " باقی رہا تجدید کا کام تو وہ ہم میں سے ہر آدمی کر رہا ہے کوئی تھوڑے پیمانے پر اور کوئی بڑے پیمانے پر۔ پس جماعت کا ہر فرد جو نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے دین اسلام کی خدمت میں وقف ہے پورے طور پر یا جزوی طور پر اور آپکی سچی پیروی میں جان اور مال کی قربانی سے دریغ نہیں کرتا وہ درحقیقت تجدید دین ہی کا کام کر رہا ہے" یہ اسلامی تعلیم کی دھجیاں بکھیرنے میں مصروفِ عمل ہیں اور دوسری طرف حضرت مہدی علیہ السلام نے ان کی تعلیم کو پہلے ہی باطل قرار دے دیا، چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

"صرف رسمی اور ظاہری طور پر قرآن شریف کے تراجم پھیلانا یا فقط کتب دینیہ اور احادیث نبوّیہ کو اُردو یا فارسی میں ترجمہ کرکے رواج دینا یا بدعات سے بھرے ہوئے خشک طریقے جیسے زمانہ حال کے اکثر مشائخ کا دستور رہا ہے سکھلانا یہ امور ایسے نہیں ہیں کہ جن کو کامل اور واقعی طور پر تجدید دین کہا جائے بلکہ موخر الذکر طریق تو شیطانی راہوں کی تجدید ہے اور دین کا رہزن۔ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کو دنیا میں پھیلانا بے شک عمدہ طریق ہے مگر رسمی طور پر اور تکلف اور فکر اور خوض سے یہ کام کرنا اور اپنا نفس واقعی

طور پر حدیث اور قرآن کا مورد نہ ہونا ایسی ظاہری اور بے مغز خدمتیں ہر ایک باعلم آدمی کر سکتا ہے اور ہمیشہ جاری ہے۔ ان کو مجددیّت سے کچھ علاقہ نہیں۔ یہ تمام امور خدا تعالیٰ کے نزدیک فقط استخوان فروشی ہے اس سے بڑھکر نہیں۔۔۔ **تجدید دین** وہ پاک کیفیت ہے کہ اوّل عاشقانہ جوش کے ساتھ اس دل پر نازل ہوتی ہے کہ جو **مکالمہ الٰہی** کے درجہ تک پہنچ گیا ہو پھر دوسروں میں جلد یا دیر سے اسکی سرایت ہوتی ہے۔ **جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے** **مجددیّت** **کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے** بلکہ **وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجناب کے** **خلیفہ** **ہوتے ہیں۔** خدا تعالیٰ انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں اور ان کی باتیں از قبیل جوشیدن ہوتی ہیں نہ محض از قبیل کوشیدن۔ اور وہ حال سے بولتے ہیں نہ مجرّد قال سے۔ اور خدا تعالیٰ کے **الہام کی تجلّی** انکے دلوں پر ہوتی ہے اور وہ ہر مشکل کے وقت **روح القدس** سے سکھلائے جاتے ہیں اور انکی گفتار اور کردار میں دنیا پرستی کی ملونی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بکلّی مصفّا کئے گئے اور بتمام و کمال کھینچے گئے ہیں۔" (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۶۔۷)

مزید آپؑ فرماتے ہیں کہ "آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ **ہر ایک صدی پر ایک مُجدّد کا آنا ضروری ہے** اب ہمارے علماء کہ جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں۔ انصاف سے بتاویں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مُجدّد ہونے کا دعویٰ کیا ہے **یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا تو یہ منشاء ہے کہ وہ مجدّد خدائے تعالیٰ کی طرف سے آئے گا۔ یعنی علوم لَدُنّیہ و آیات سماویہ کیساتھ**۔ (ازالہ اوہام-روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۷۸۔۱۷۹)۔

مزید خلیفہ ثالث صاحب ۶ نومبر ۱۹۷۷ میں خدام کی ریلی کو مسجد اقصیٰ ربوہ میں خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔"

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا

خدا تعالیٰ "من" کو ہر صدی کے سر پر اس اُمّت کے لیے کھڑا کرے گا۔ (میں خاص طور پر لفظ "من" پر زور دے رہا ہوں) اللہ تعالیٰ کئی لوگوں کو کھڑا کرے گا جو مذہب کی تجدید کریں گے۔۔۔ جب میں اس روایت پر غور کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت اس تصوّر سے خالی ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حدیث کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر "من" ظاہر ہو گا جس کا مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے خلفاء آئیں گے جو دین کی تجدید کا کام کریں گے۔ عربی زبان میں "من" کا مطلب ایک، دو یا کئی کے ہوتے ہیں۔ پس اگر ہم کئی کے معنی لیتے ہیں تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کئی لوگ (حضور ﷺ کے خلفاء، متقی اور نیک) ہونگے جو دین اسلام کی خدمت کریں گے۔ **یہاں پر خاص ایک شخص کا کوئی ذکر نہیں**۔" (خلافت اور مجدّدیت، صفحہ ۱۷۔۲۰)

(http://www.alislam.org/library/books/Khilafat-and-Mujaddidiyyat-20080517MN)

اس سلسلے میں خلیفہ رابع صاحب ۲۷۔ اگست ۱۹۹۳ کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی اس پیشگوئی میں مجدّدین کیلئے قیامت تک آنے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لیے مجدد کا سوال ہی نہیں رہتا۔۔۔ کوئی مجدد نہیں آئے گا۔

اب ان نام نہاد خدا کے بنائے ہوئے خلیفوں کی تعلیم دیکھیے کس طرح قرآن و سنت اور حضرت مہدیؑ کے فیصلوں کے خلاف ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حکم وعدل بنا کر بھیجا ہے۔ بار بار آپؑ فرماتے ہیں کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تجدید دین کے لیئے بھیجتا ہے اور نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس حقیقت سے کسی کو انکار بھی نہیں پھر ان نام نہاد خدا کے بنائے ہوئے جانشینوں کو اس سے انکار کرنے کا اختیار کس نے دیا؟ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ ان کی خلافتِ مجدّدین پر قبضہ کے خوابوں کو پاش پاش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جاننا چاہیے کہ اگرچہ عام طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ حدیث صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ خدائے تعالیٰ اس اُمت کی اصلاح کیلئے **ہر ایک صدی پر ایسا مجدّد مبعوث کرتا رہے گا** جو اُس کے دین کو نیا کرے گا۔" (نشان آسمانی۔ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۷۸)

" غرض یہ بات کوئی نرالی اور نئی نہیں ہے کہ **ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد آتا ہے**۔" (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳)

"اور قرآن شریف کہتا ہے کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظتِ قرآن کیلئے مامور آتا ہے اور حدیث کہتی ہے کہ **ہر صدی کے سر پر مجدّد بھیجا جاتا ہے**۔" (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۷)

"پہلے اکابر سو سال کے اندر فوت ہو جاتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ہر صدی پر نیا انتظام کر دیتا ہے جیسے رزق کا سامان کرتا ہے۔ پس قرآن کی حمایت کیساتھ یہ حدیث تواتر کا حکم رکھتی ہے۔۔۔ کپڑا پہنتے ہیں تو اس کی بھی تجدید کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طریق پر نئی ذریّت کو تازہ کرنے کیلئے سنت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ **ہر صدی پر مجدّد آتا ہے**۔" (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۰۲-۱۰۱)

حضرت خلیفہ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں؛

"میں نے تجربہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب اور طرز انسان کے پاس ہو تو باطل مذاہب خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی، وہ ٹھہر نہیں سکتے۔ پھر استحکام و حفاظت مذہب کے لئے دیکھو۔ جس قدر مذہب دنیا میں موجود ہیں یعنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں، ان کی حفاظت کا ذمہ وار اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ٹھہرایا ہے مگر قرآن کریم کی تعلیم کے لئے فرمایا انا لہ لحافظون (الحجر 10) یہ کیا کوثر ہے!

اللہ تعالیٰ خود اس دین کی نصرت اور تائید اور حفاظت فرماتا اور اپنے مخلص بندوں کو دنیا میں بھجتا ہے جو اپنے کمالات اور تعلقات الٰہیہ میں ایک نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک انسان کیونکر خدا تعالیٰ کو اپنا بنالیتا ہے۔ **ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آتا ہے** جو ایک خاص جماعت قائم کرتا ہے۔ میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ ہر 45، 50 اور سو برس پر آتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کوثر ہو گا!" (خطبات نور صفحہ 138)

حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے رضی اللہ عنہ اپنی کتاب "تبلیغ ہدایت" میں صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں؛

"غرض ہر ظلمت کے وقت خدا کی طرف سے کسی روحانی مصلح کا مبعوث ہونا ضروری ہے اور عملاً بھی آج تک اسلام کے اندر اللہ تعالیٰ کی یہی **سنت** چلی آئی ہے کہ وہ اپنے **الہام** کے ساتھ اپنے پاک بندوں کو اسلام کی نصرت اور مسلمانوں کی اصلاح کے واسطے کھڑا کرتا رہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی بھی یہی بتاتی ہے کہ ہر ظلمت کے وقت عموماً اور **صدیوں کے سر پر خصوصاً مجدّد مبعوث کئے جاویں گے**۔"

آج سے ۱۲۸ سال قبل چودھویں صدی ہجری کے مجدّد کو مبعوث کرنے کے لیے ۱۲۹۹ ہجری (۱۸۸۲ء) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ پر ماموریت کا پہلا الہام نازل فرمایا تھا اور آپؑ کو علم دیا گیا کہ اس زمانہ میں تجدید دین اور احیائے اسلام کی خدمت آپ کے سپرد کی گئی ہے۔ تاہم آپ نے دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن متواتر الہامات کے باعث ۱۳۰۲ ہجری (۱۸۸۵ء) میں آپ نے اپنے آپ کو محض مجدّد وقت کی حیثیت سے پیش کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت عبد الغفار جنبہؑ کو وسط ربیع الاوّل ۱۴۰۴ (وسط دسمبر 1983ء) میں ماموریت کا الہام نازل فرما کر آپؑ کو اُس غلام مسیح الزماں کے منصب پر فائز فرمایا جس کی خبر الہاماً اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح علیہ السلام کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ کے الہام میں دی تھی۔ اور حضرت مہدی موعودؑ نے اس موعود غلام کو مصلح موعود کا نام بھی دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں حضرت مہدیؑ کو آپکے بعد آنے والے یزید ثانی کی خبر دی وہاں اللہ تعالیٰ نے بار بار بڑی کثرت کے ساتھ آپؑ کی وفات تک آپؑ کے بعد نازل ہونے والی قدرتِ ثانیہ کی بھی خبر دی۔ چنانچہ آپؑ رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں۔

"اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں (ژ) خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اِن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیاء۔ اِن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اِس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے **اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو**۔"

"(ژ) ایسے لوگوں کا اِنتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہو گا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے۔ وہ بیعت لینے کا مجاز ہو گا۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لیے نمونہ بناوے۔ **خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اُسکو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا اور اُسکے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کرینگے۔ سو ان دنوں کے منتظر رہو**۔ اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اِعترض ٹھیرے۔ جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔"

اب آخر میں وہ دلیل جس کو خدا تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں پیش کر کے قیامت تک آنے والے مدعیان علیٰ اللہ کے لیے معیار بنایا ہے اور جس معیار کو خود بانی سِلسلہ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صداقت کیلئے پیش فرمایا ہے، بیان کر کے اِس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اس سِلسلہ میں آپؑ فرماتے ہیں۔

"ہمارے دعوٰئے الہام و مکالمہِ الہیّہ کی اشاعت کو یُوں تو بہت سال گذرے، لیکن براہین کی اشاعت سے بھی لیا جائے تو بیس سال ہو چکے۔ ہمارے مخالف جو ہم کو جھوٹا اور اپنے دعوے میں مُفتری قرار دیتے ہیں۔ اُن سے کوئی سوال کرے کہ **خدا تعالیٰ تو کسی ایسے مفتری کو جو اُس پر الہام اور مکالمہ کا افتراء کرے مُہلت نہیں دیتا**۔ یہاں تک کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فرمایا کہ اگر تُو بعض باتیں اپنی طرف سے کہتا، تو ہم شاہ رگ سے پکڑ لیتے۔ پھر کسی اور کی کیا خصوصیّت ہو سکتی ہے؟۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ **اللہ تعالیٰ پر الہام کا افتراء کرنے والا کبھی بھی مُہلت نہیں پا سکتا**۔ اب ہم پُوچھتے ہیں کہ اگر یہ ہمارا سِلسِلہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ نہیں ہے تو کسی قوم کی تاریخ سے ہم کو پتہ دو کہ خدائے تعالیٰ پر کسی نے افتراء کیا ہو اور پھر اُسے مُہلت دی گئی ہو۔ ہمارے لیے تو یہ معیار صاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ۲۳ سال تک کا ایک دراز زمانہ ہے۔ اُس صادق اور کامل نبی کے زمانہ سے قریباً ملتا ہوا زمانہ اللہ تعالیٰ نے ابتک ہم کو دیا۔ کیونکہ براہین کی اشاعت پر بیس سال ہوئے جو ناعاقبت اندیش معترضوں کے نزدیک افتراء کا پہلا زمانہ ہے۔ ابتک تو ہم ایک مُسلِم وصادق بلکہ جُملہ صادقوں کے سرتاجؐ کے زمانہ سے ملتا ہوا زمانہ پیش کرتے ہیں اور یہ ظالم کہتے جاتے ہیں کہ جھوٹ ہے۔ افسوس ہماری تکذیب کے خیال میں یہ لوگ یہاں تک اندھے ہوگئے ہیں کہ اُن کو یہ بھی نظر نہیں آتا کہ اس انکار کی زَد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی پڑتی ہے، کیونکہ اگر بیس بائیس سال تک بھی خدا کسی مُفتری کو مدد دے سکتا ہے تو پھر مجھے تو تعجّب ہی آتا ہے۔ نہیں بلکہ دل کانپ اُٹھتا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یہ کیا دلیل پیش کریں گے؟ **ایک مسلمان رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّے متّبع کے مُنہ سے جب وہ اتنا دراز عرصہ تک مدّعی کو مُہلت پاتے ہوئے دیکھ لے کبھی یہ نہیں نِکل سکتا کہ جھوٹا اور کاذب بھی اس قدر عرصہٗ دراز کی مہلت پا لیتا ہے۔ اگر اور کوئی بھی نشان اور دلیل ایسے مدّعی کی صداقت کی نہ ملے۔ تب بھی ایک سچّے مُسلمان کو حُسنِ ظن اور ایمانداری کے رُو سے لازم آتا ہے کہ انکار نہ کرے، کیونکہ اس کا زمانہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے مشابہ ہو گیا ہے۔**

اگر کوئی عیسائی کہے کہ مفتری کو مُہلت مل سکتی ہے، تو اس امر کا ثبوت دے، مگر مسلمان تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔ پس اب ہمارے مخالف بتائیں کہ کیا ایک کاذب دجّال، مفتری علیٰ اللہ طرز اِستدلالِ نبوّت میں شریک ہو سکتا ہے؟ ماننا پڑے گا ہر گز نہیں۔ پھر وہ ہمارے دعوے کو سوچیں اور اس زمانہ پر غور کریں جو استدلالِ نبوّت کا زمانہ ہے۔ غرض ہر پہلو میں بہت سی باتیں ہیں جو سوچنے والے کو مل سکتی ہیں اور ایک دُور اندیش اُن سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۹۹)

سیّدنا مصلح موعود حضرت عبدالغفار جنبہ علیہ السلام کو ماموریت کا پہلا الہام وسط دسمبر ۱۹۸۳ کو ہوُا۔ ۱۲ اپریل ۱۹۹۳ء کو آپ نے حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع کو ایک خط لکھ کر ان الہامات سے آگاہ فرمایا۔ پھر آپؑ نے اِنکو ۲۲ فروری ۱۹۹۷ء کو تفصیلی خط لکھ کر اپنے الہامی دعویٰ سے آگاہ فرمایا اور پھر ۱۰ جون ۲۰۰۲ء کو آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنا جامع دعویٰ بمہ دلائل ان کی طرف ارسال فرمایا۔ آپ کی ماموریت کے پہلے الہام سے لے کر آج تک تقریباً ۲۷ سال کا عرصہ گزر چکا ہے جو کہ قرآن کے بیان کردہ معیار، جس کی حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف تصدیق کی بلکہ آپ نے اپنی سچائی اور آئندہ آنے والے ہر مدعیان علی اللہ کی سچائی کے لیے بیان فرمایا، آپؑ کی سچائی کا ایسا عظیم الشان ثبوت ہے کہ بقول حضرت مہدی علیہ السلام کے اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ اب آخر میں یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جو اپنے آپ کو احمدی مسلمان کہتے ہیں کہ وہ مجدّدِ وقت سیّدنا عبدالغفار جنبہ علیہ السلام پر ایمان لا کر اپنے آپ کو آسمان پر اللہ اور اُسکے رسول ﷺ اور اُسکے مہدی و مسیح علیہ السلام کی نظر میں حقیقی احمدی مسلمان ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆